

مولانا قاضی عبدالکریم صاحب امیر جمعیت العلماء اسلام
ڈیرہ اسماعیل خان
مستند مدرسہ نجم المدارس کلاچو

کیا عائلی قوانین

قرآن و سنت

مطابق ہیں ؟

مجموعہ دینیہ قانون کے نام کھلا خط

اس حقیقت سے انکار کی کوئی بھی گنجائش باقی نہیں رہی ہے کہ شرمناک شکست کے بعد عوام کے دینی جذبات کا خیال رکھنا کسی بھی کامیاب حکومت کے لئے بے حد ضروری ہے۔ مشرق، پشت اور مورخہ کے مطالب آپ نے ڈیرہ بارہ ایسوسی ایشن سے خطاب کرتے ہوئے غالباً اس احساس کے پیش نظر یہ فرمایا ہے کہ پمیلینہ پارٹی قرآن و سنت کے منافی کوئی قانون نہیں بنائے گی۔ اخبارات کے مطابق سندھ بلوچستان ہائیکورٹ بارہ ایسوسی ایشن میں بھی آپ نے اسی قسم کا اعلان کیا ہے۔ لیکن ڈیرہ بارہ ایسوسی ایشن میں اسی اعلان کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ دیا ہے کہ عائلی قوانین میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی جائے گی۔ عہد بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ لبو العجبی است

ایک سانس میں یہ دو اعلان کہ قرآن و سنت کے منافی کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا، اور عائلی قوانین میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی جائے گی، قول و عمل میں یا دو باتوں میں تضاد کا عجیب سا شاہکار معلوم ہوتا ہے۔ یہ باور نہیں کیا جاسکتا کہ آپ جیسی باخبر عوامی شخصیت کو مردود زمانہ عائلی قوانین سے متعلق عوام کے دینی جذبات کا علم نہ ہو۔ سابق صدر ایوب کی جابرانہ مارشل لا کی موجودگی میں عوام نے ان قوانین سے جس طرح کھلی نفرت کا اظہار کیا، اور ان رسوائے زمانہ قوانین کا جس طرح عملی بائیکاٹ کیا۔ شاید ہی وہ کسی سے پوشیدہ ہو۔ قرآن و سنت سے ان قوانین کا کھلے طور پر منافی ہونا نہ صرف یہ کہ محمل طور پر بیان کیا گیا ہے۔ بلکہ ان کے ایک ایک دفعہ کو قرآن و سنت اور مذاہب اربعہ کے منافی ہونے پر مفصل بحث ہوئی پمفلٹوں اور رسالوں کی شکل میں انہیں شائع کیا گیا۔ اخبارات میں اور دینی ماسناموں میں اسے چھپایا گیا تو فی اسمبلی میں مفتی محمود صاحب نے سترمنٹ ٹمک اس پر بحث کی جسے سپیکر نے فائنلہ تقریر قرار دیا۔ اور

نتیجہ پوری اسمبلی نے اس کے خلاف اسلام ہونے کو مان لیا۔ بین الاقوامی کانفرنس میں اس پر بحث ہوئی اور مخالفین کو دلائل کے لحاظ سے خاموش ہونا پڑا۔ اس کے باوجود کتنی تعجب کی بات ہے کہ اس دعوئی کے ساتھ کہ قرآن و سنت کے مافی کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا۔ کھلے خط پر یہ بھی کہہ دیا گیا کہ عالمی قوانین میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی جائے گی۔

عالمی قوانین کے خلاف عوامی جذبات کا سرسری جائزہ

۱۔ ان قوانین کی ایک ہی دفعہ صدر اس بچوں اور بچیوں کی شادی (ساروا ایکٹ) کا جو حشر انگریز کے زمانہ میں ہوا۔ اور دنیا نے اسلام کے مایہ ناز وسیع النظر شخصیتوں امیر الہند و الحجاز شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ مفتی اعظم حضرت مولانا محمد کفایت اللہ صاحب دہلویؒ امیر شریعت حضرت مولانا سید عطا اللہ شاہ صاحب بخاریؒ وغیرہم نے ان قوانین کو جو بھرپور مخالفت کی وہ ہندو پاک کے کسی مسلمان سے پوشیدہ نہیں ہے۔

۲۔ ۱۹۵۶ء میں ایک کمیشن نے جب انہیں قوانین کا مسودہ پیش کیا تو کون نہیں جانتا کہ عوامی زبردست احتجاج سے خائف ہو کر حکومت نے اسے سرخانہ میں ڈال دیا۔

۳۔ صدر ایوب کی جابرانہ مارشل لا کے باوجود ۲۵/۶ کو شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب ہزاروں علماء کی سرکردگی کرتے ہوئے لاہور میں جلسہ عام کے دوران اعلان فرماتے ہیں: ”او ایوب خان سن لو اگر تم ان غیر اسلامی عالمی قوانین اور خاندانی منصوبہ بندی کو منسوخ نہیں کر دو گے تو پوری قوم انہیں ٹھکرا دے گی۔“

۴۔ علماء اسلام نے مسلک و مشرب سیاست حتیٰ کہ مذہب میں مختلف ہونے کے باوجود سب نے بالاتفاق انہیں مردود قرار دیا۔

۵۔ سینکڑوں بی ڈی ممبروں کے ایک عظیم کنونشن منعقدہ لاہور میں اس کے خلاف سخت احتجاج ہوا۔ اخبارات کے مطابق اس احتجاج میں سخت اشتعال تھا۔

۶۔ قومی اسمبلی کے تمام اراکین بشمول حزب اقتدار نے مولانا مفتی محمود صاحب کی فاضلانہ تقریر کے بعد ان قوانین کے خلاف اسلام ہونے کو مان لیا۔ اور اس میں علماء کے مشورے سے ہی ترمیمات کا بل پیش کیا۔ اگرچہ حکومتوں کے روایتی دوغلمہ پن کی وجہ سے آخر تک اس عہد کو پورا نہیں کیا گیا۔ (ملاحظہ ہو قومی اسمبلی منعقدہ راولپنڈی کے اجلاس کی کارروائی)۔

۷۔ مغربی پاکستان کے تمام اراکین نے مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی کی تحریک پر ان قوانین کو ختم کرنے کی متفقہ پرزور سفارش کی۔ (ملاحظہ ہو صوبائی اسمبلی ۳۱ جولائی ۱۹۶۳ء کی کارروائی)

۸۔ سرحد سے جماعت ناجیہ۔ نے سینکڑوں بی ڈی میبروں اور لاکھوں مسلمانوں کے دستخطوں سے اس کے خلاف محضر نامہ تیار کر کے صدر کو بھیجا۔

۹۔ دینی ماسٹروں اور ہفت روزوں نے اس کے خلاف پرزور ادارے لکھے۔

۱۰۔ سرحد اور بلوچستان میں خصوصاً میٹ سے ان قوانین کا عملی بائیکاٹ کیا گیا۔ آج بھی اگر صحیح طریقے سے تحقیق کرائی جائے تو معلوم ہوگا کہ کئی زمین کو نسلیوں نے اس کا بائیکاٹ کر دیا تھا۔ نکاح رجسٹراروں کے رجسٹر خالی نظر آدیں گے۔ بہت سی اینجینیئروں کو اس سے مستثنیٰ کرنا پڑا۔ بعض شہری علاقوں کے علاوہ۔ (جہاں گریہ دار نکاح خوان ملی جاتے ہیں یا فرضی طور پر فارم پُر کر لئے جاتے ہیں) عوام نے قطعاً اس کا بائیکاٹ کیا۔ حتیٰ کہ بعض مقامات پر لوگوں نے ایسے رشتہ داروں کے نکاحوں میں شرکت کرنا بھی چھوڑ دیا۔ جس میں نکاح فارم پُر کئے جاتے ہیں۔ اس کے لئے تحریری معاہدے کئے اور شائع کر دئے گئے۔ ابتداء میں جب صدر ایوب کی جابرانہ مارشل لا میں حکام نے سختی سے کام لیا تو علماء اور عوام نے ان خلاف اسلام قوانین پر عمل کرنے کی بجائے جیل میں جانے مقدمات میں پھنس جانے جرم ادا کرنے کو ترجیح دی مگر احکام اسلام سے بغاوت نہیں کی۔ (ملاحظہ ہو ڈیرہ اسماعیل خان اور پشاور کی عدالتی کارروائیاں از ۱۹۶۱ء تا ۱۹۶۴ء)

یہاں پر یہ بات خاص طور پر نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ ۱۹۵۶ء سے ۱۹۷۰ء تک ان قوانین کے خلاف مسلسل اور مفصل لکھا جاتا رہا۔ مگر کسی معتمد آزاد عالم دین یا کسی آزاد دینی ادارہ سے اس کی کوئی مخالفت نہیں ہوئی۔ کوئی آواز اٹھی بھی تو صرف سرکاری ادارہ سے اور صدر کی مشاورتی کونسل کے بعض ان افراد کی جانب سے جن کا سلسلہ سند عموماً مشرقین یا مغرب زدہ حضرات سے جاملتا ہے اور بس۔

بہر حال عالمی قوانین کے خلاف عوام کے دینی جذبات کا یہ سرسری اور ناقص جائزہ ہے نہ معلوم عوامی حکومت کے دعویدار حضرات عوام کے ان ٹھکرائے ہوئے قوانین کے تحفظ کا آخر کس طرح ارادہ کر رہے ہیں۔ جو قوانین عوام کے نمائندوں کے سامنے تک نہ آ سکے اور مارشل لا کے ڈنڈا سے نافذ کئے گئے۔ عوامی حکومت کو کس طرح بھی زبیا نہیں کہ ان کے نام سے بھی اپنی زبان کو گندہ کریں۔

قرآن و سنت سے ان قوانین کا خلاصہ تصادم

اسی بیان میں آنجناب نے اس نیک عزم کا اظہار کیا ہے کہ پیپلز پارٹی قرآن و سنت کے منافی کوئی قانون نہیں بنائی گئی۔ اسے عوام کے دینی جذبات کا احترام کہتے یا اپنے ہی اسلام کا تقاضا بہر صورت ارادہ نیک ہے اس کے ساتھ لازماً آپ کا اور آپ کی پارٹی کا یہ بھی ارادہ ہوگا کہ سابقہ قوانین بھی جو قرآن و سنت کے منافی ہیں ان کو بدل دیا جائے گا۔ کیونکہ جن عوام کا یا جس مسلمان کے اسلام کا تقاضا یہی ہے کہ قرآن و سنت کے منافی کوئی قانون نہ بنایا جائے انہیں عوام اور ان کے اسلام کا یہ بھی شدید تقاضا ہے۔ کہ قرآن و سنت کے منافی موجودہ قوانین کو بھی جلد از جلد ختم کر دیا جائے۔ گزشتہ جائزہ میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ملک کے ہر طبقہ اور ہر مسلک کے قرآن و سنت کو سمجھنے والے افراد نے ان قوانین کو قرآن و سنت کے منافی ہی سمجھا ہے۔ اس لئے اس پر اب مزید کچھ عرض کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔

تاہم آپ کے بیان سے چونکہ اس فتنہ کو از سر نو تحتفظ مل جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ اس لئے بطور نوٹ صرف آپ کے استحضار کے لئے ان قوانین کے دو تین دفعات کا قرآن و سنت سے کھلا تصادم بیان کر دینا بے عمل نہیں ہوگا۔ اس پر باقی دفعات کو قیاس کیا جائے۔ چنانچہ عرض ہے کہ :

۱۔ عالمی قوانین میں سطلقہ کی عدت نوئے دن مقرر کی گئی ہے۔ جبکہ قرآن و کریم کی صریح نص میں ثلاثہ قروہ (یعنی تین دفعہ ایام ماہواری) کا لفظ موجود ہے۔ ثلاثہ قروہ کے معنی نوئے دن یا تین ماہ کسی لغت میں نہیں ملے گئے۔ اور اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں بھی کسی مسلمان نے یہ معنی نہیں کئے۔ یہ جرات صرف عالمی قوانین کے مصنفین کو ہوئی۔ اور اس کے باعث جو خرابیاں پیش ہوں گی وہ معمولی نہیں بلکہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دینا پڑے گا۔ مثلاً جس عورت کو طلاق کے بعد تین دفعہ ماہواری تہ نہیں آئی۔ مگر نوئے دن اسکی طلاق کو گزر گئے ہیں۔ اب قرآن کریم کی رو سے اس کا دوسری جگہ نکاح کرنا حرام ہوگا اور اگر کر لگی تو منعقد نہیں ہوگا اور اس لئے خاوند سے اس کا نفع اٹھانا زنا ہوگا۔ لیکن عالمی قوانین کی رو سے یہ سب کچھ جائز اور حلال ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس اس کے برعکس بھی کئی صورتیں نکلیں گی۔ ظاہر ہے کہ یہ قرآن پاک کا کھلا مقابلہ ہے۔ جس کی عالمی قوانین کے مصنفین کے سوا کوئی مسلمان بھی جرات نہیں کر سکتا۔ ایک دوسری دفعہ : نابالغہ کا نکاح عالمی قوانین میں جرم ہے۔ نکاح کو ثابت نہیں سمجھا جائیگا۔ جبکہ قرآن کریم کی صریح نص والا فقہ لیس یحضن میں بتلایا گیا ہے کہ جس عورت کو ابھی تک ماہواری نہیں

آئی اسکی عدت تین ماہ ہے۔ ظاہر ہے کہ عدت طلاق کے بعد شروع ہوتی ہے۔ اور طلاق فرع ہے نکاح کی۔ اب اگر صحیفہ کا نکاح ہی نہیں ہوتا تو اس پر طلاق کیسی؟ اور جب اس پر طلاق واقع نہیں ہوتی تو اسکی عدت کیسی۔

علامہ ازہر صحاح ستہ میں حدیث پاک کی پانچ معتبر کتابوں نے صدیقہ عائشہؓ کا انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صغر سنی میں نکاح کی تصریح موجود ہے۔ اگر حدیث کی ان معتبر ترین کتابوں میں سے پانچ کتابوں کی روایت غیر معتبر ہو جاتی ہے تو پھر کتب اسلام کی وقعت ہی کیا باقی رہ جاتی ہے۔ اور اس طرح تو پھر سارا دین ہی ناقابل اعتبار ہو جاتا ہے۔ والعیاذ باللہ۔

در اصل کم سن بچیوں کے نکاح کے خلاف دشمنان اسلام نے اس لئے غوغا آرائی کرنے پر زور دیا ہے کہ کسی نہ کسی طرح خود مسلمانوں کے ہی قلم اور زبان سے سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل کو معاذ اللہ بالواسطہ سہی نامناسب اور ناجائز نہ کہلایا جائے۔ اور افسوس صد افسوس کہ عیار دشمن اس میں کامیاب ہو گیا۔ مسلمان نے اس طرح کے نکاح کو قابل جرم کہا اور یہ نہ سوچا کہ اس کی زد کہاں جا پڑی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۳۔ ایک اور دفعہ: قرآن و سنت نے نکاح منعقد ہونے کے لئے دو مسلمان گواہوں کے سامنے زوجین کے ایجاب و قبول کو کافی ٹھہرایا ہے۔ جس پر امت کے ہر طبقہ کا اجماع موجود ہے۔ مگر عالمی قوانین نے اس میں ایک اور شرط بڑھا کر الزام دے کر کتاب اللہ پر وارد شدہ لعنت کا اپنے آپ کو مستحق ٹھہرایا ہے یعنی یہ کہ جب تک اس کا رجسٹریشن نہیں کیا جاوے گا۔ نکاح ثابت نہیں ہوگا۔ زوجین کے ایجاب و قبول پر دو عادل گواہ موجود ہیں۔ مگر نکاح کو اس لئے ثابت نہیں سمجھا جاتا کہ اس کا رجسٹریشن نہیں کیا گیا۔ زید کی عورت کو جس کا نکاح دو عادل گواہوں سے ثابت ہے عالمی قوانین نے عمرو کے ساتھ اس لئے نکاح کرنے کی اجازت دے دی ہے کہ وہ نکاح رجسٹرار کے ہاں درج نہیں ہے بشرطیت محمدیہ علی صاحب الصلوٰۃ والتحیہ کے حکم میں ایسی عورت کے ساتھ عمرو کا نکاح قطعاً حرام اور عمرو کی ایسی عورت کے ساتھ قربت یقینی زنا منظور ہوگی مگر عالمی قوانین نے اس حرام زنا کو حلال قرار دیدیا۔ اور طرفہ تماشایہ کہ قرآن و سنت کے منافی کوئی قانون نہیں بنایا جاوے گا، کا اعلان کرنے والے اس قانون کو تحفظ بھی دے رہے ہیں، فیاللعجب۔ اس طرح تعدد ازواج پوتے کی میراث وغیرہ دفعات کا حال ہے۔ فرض کریں ایوب خان کی طرح نشہ اقتدار میں کسی کو اس پر اصرار ہے کہ قرآن و سنت کے یہ قوانین منافی نہیں ہیں۔ اور قرآن و سنت کے یہ معنی نہیں ہیں جو علماء اسلام سمجھ رہے ہیں۔ اور ہم ہمہ جہ خبری از اسلام

کے باوجود چونکہ تعلیم یافتہ میں علماء اسلام کے مقابلہ میں قرآن و سنت کو زیادہ سمجھتے ہیں تو بھی اتنی بات تو واضح ہے کہ ملک میں رہنے والے اہل سنت والجماعت کے تمام طبقے دیوبندی بریلوی اہل حدیث نیز اہل تشیع ان قوانین کو اپنے اپنے مذہب کے خلاف سمجھ رہے ہیں۔ جیسا کہ حوالہ جات بالا سے ثابت ہو رہا ہے تو حسب طرح ان قوانین سے ہندو، سکھ، عیسائیوں اور پارسیوں کو ان کے مذہبی عالمی قوانین کے احترام میں مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ چاہے ان قوانین کے مصنفین کے نزدیک ان کے عورتوں پر ظلم بھی ہو رہا ہے تو اہل سنت کے تمام طبقات اور اہل تشیع کو بھی ان قوانین سے مستثنیٰ کر دیا جائے کیا ہندو، سکھ، عیسائی، پارسی وغیرہ مذاہب کا احترام تو ضروری ہے۔ لیکن پاکستان میں کروڑوں اہل سنت اور اہل تشیع کے مذہب کا احترام ضروری نہیں ہے۔

آپ کہیں گے کہ اگر ان سب کو بھی مستثنیٰ کر دیا جائے تو پھر یہ قوانین پلائے کس پر جاویں گے تو اصولی جواب تو یہی ہے کہ آخر شر گفتن چہ ضرورت۔ اگر پاکستان میں رہنے والا کوئی مذہب اس کو قبول نہیں کرتا تو جلاویں ان کو آگ کی بھٹی میں دے ماریں۔ صدر ایوب کے منہ پر لیکن اگر یہاں کی ہر حکومت ان کو باقی رکھنے اور نافذ کرنے کی قسم ہی کھا بیٹھی ہے تو پھر جب تک پاکستان میں ارتداد کی کھلی چھٹی ہے ایک سول میرج ایکٹ قسم کا قانون رکھیے کہ پاکستان کا جو باشندہ حنفی اہل حدیث دیوبندی بریلوی مودودیئے اور اہل تشیع ہونے سے بیزاری کا فارم بھرے گا۔ یہ قوانین اس پر چالو ہوں گے۔ اس طرح حکومت کی قسم بھی پوری ہو جائے گی۔ اور پابند مذہب لوگوں کا اشتعال بھی ختم ہو جاوے گا۔

دیانتداری اور خدمت ہمارا شعار ہے
ہم اپنے ہزاروں کرم فرماؤں کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے

پستول مارکہ آٹا

پسند فرما کر ہماری حوصلہ افزائی کی ہے
ہمیشہ پستول مارکہ آٹا استعمال کیجئے جسے آپ بہتر پائیں گے۔

نو شہرہ فلور ملز جی، ٹی روڈ۔ نو شہرہ۔ فون ۱۲۶